اجنبی شہر کا بے باک شاعر زبیرالحسن غافل

ڈاکٹر واثق الخیر

’’آج کیوں اجنبی یہ شہر مجھے لگتا ہے‘‘ زبیرالحسن غافل کے شعر کا یہ مصرعہ ان کی پوری شاعری کا نچوڑ ہے۔ وہ اپنی شاعری کو صرف لطف اندوزی کا حصہ نہیں بنا دینا چاہتے ہیں بلکہ وہ اپنی شاعری کے ذریعہ قوم وملت اور سماج کی نمائندگی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ان کی شاعری میں درد ہے، احساس ہے، غم ہے، غصہ ہے، سوال ہے، ان سب کے باوجود وہ صرف اپنی شاعری کو اسی فکر میں قید نہیں کرنا چاہتے ہیں بلکی اپنی شاعری میں طنز ومزاح کو پہلو کو بھی ساتھ ساتھ میں لے کر چلتے ہیں اور ایک اچھی شاعری کی تمام خوبیوں کو ملحوظ خاطر رکھتے ہیں۔

ایک سچا شاعر نہ صرف دنیا پر نظر رکھتا ہے بلکہ اس کی پہلی نظر اپنی ذات پر پڑتی ہے، وہ اپنی ذات کو پڑھنے کے ساتھ اپنے گرد وپیش کا مطالعہ کرتا ہے، سماجی اور سیاسی حالات کا جائزہ لیتا ہے، انسان اور انسان کی جبلتوں کا باریک بینی سے مطالعہ کرتا ہے، اور سماج ومعاشرے میں در آنے والی تبدیلیوں کے مثبت اور منفی دونوں پہلوؤں سے اس کا غیر جانب دارانہ جائزہ پیش کرتا ہے- انسانی دل سے نکلی ہوئی ایسی ہی شاعری آج کے عہد میں بہت ضروری ہے۔شاعر کی یہی خوبی ہر تخلیق میں روشن ہے۔ان کی شاعری میں صاف گوئی ہے۔وہ مایوسی کی طرف نہیں لے جاتے ہیں بلکہ ان کی شاعری میں لوگوں کے اندر جوش و ولولہ پیدا کرنے کی سکت ہے۔وہ مجموعی انسانی صورت حال کو آفاقی بشری تناظر میں دیکھتے ہیں۔ان کے دل و دماغ میں اجنبیت کی تاریکی نہیں ہیے بلکہ بنی نوع انساں کی وحدت کا تصور ہے۔وہ وحدت جو ایک دوسرے کو آپس میں پروئے ہوئے رہتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ ان کی شاعری میں اپنائیت اور غیریت کا وہ حجاب نظر نہیں آتا جو

عموماً سماج میں دکھائی دیتا ہے۔وہ ہر خیر وشر میں نفس انسانی کو شریک سمجھتے ہیں۔اس لیے کسی بھی انسانی واقعہ پر ان کا ردعمل غیر انسانی نہیں ہوتا بلکہ فطری ہوتا ہے۔وہ خود کو بحیثیت فرد اس واقعہ کا مجرم تصور کرتے ہیں۔اور پھر روایتی سماجی نظام کو مورِ دِالزام ٹھہراتے ہیں۔ان کا تخاطب یا ان کا مکالمہ بظاہر اپنی ذات سے ہوتا ہے لیکن وہ پورے سماج کو اس کا ذمہ دار مانتے ہیں۔یہی اجتماعی تصور اور یہی اجتماعی وژن ہے۔جو ان کی تخلیق کی تہہ میں موجود ہے۔

زبیر الحسن غافلؔ کو طالب علمی کے زمانیسے ہی شعر وشاعری کا ذوق وشوق رہا ہے۔شعر و شاعری ان کو وراثت میں ملی تھی۔ان کے اباء واجداد میں شعر وشاعری کا ماحول سرگرم تھا۔ان کے نانا فرزند علیؔ اردو اور فارسی میں ظریفانہ شاعری کرتے تھے۔زبیر الحسن کی پیدائش ۲۷ جنوری ۱۹۴۴ میں ایک متوسط زمیندار گھرانے میں ہوئی۔۱۹۴۴ء میں بی۔ایس۔سی کرنے کے بعد والد کے حکم سے شعبۂ قانون میں داخلہ لے لیا۔۱۹۴۸ میں بی۔ایل کرنے کے بعد ۱۹۴۹ میں سول کورٹ ارریا میں وکالت شروع کی۔۱۹۷۵ میں منصف کے مقابلہ جاتی امتحان میں شریک ہوئے اور ان کو کامیابی نصیب ہوئی۔جس بعد وہ بہار کے مختلف ضلع میں بطور منصف کے عہدے پر فائز رہے۔ جنوری ۲۰۰۴ میں بہار کے مظفر پور سے ایڈیشنل ڈسٹرکٹ جج کے عہدے سے سبکدوش ہوئے۔ ان کے والد جناب ظہور الحسن صاحب شاعر تھے اور حسن تخلص رکھتے تھے۔

اپنے چاہنے والوں کے اصرار پر انھوں نے اپنا شعری مجموعہ ''اجنبی شہر'' ۲۰۰۷ء میں شائع کرایا۔جس کی ادبی حلقوں میں خوب پذیرائی ہوئی۔اس شعری مجموعہ کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس مجموعہ کا دوسرا ایڈیشن ۲۰۱۵ء میں شائع ہو چکا ہے۔اس مجموعہ میں شاعر نے غزلیں، نظمیں، قطعات اور ماہیوں کو شامل کیا ہے۔زبیر الحسن کے اس شعری مجموعہ میں سیاسی، سماجی اور ہندوستانی تہذیب وثقافت کا شعور روشن ومنور ہے۔شاعر بڑی صاف گوئی سے اور بے باکی کے ساتھ اپنی شاعری کے ابتدائی دور کے سلسلے میں اپنے خیالات وتاثرات کا اظہار کرتے ہوئے اس کتاب میں رقمطراز ہیں:۔

''اس طرح میرے اندر شاعری، وکالت کے جراثیم وراثتاً منتقل ہوئے لیکن میں نہ تو کامیاب شاعر بن سکا اور نہ میں ایک کامیاب وکیل۔ویسے میرے دوستوں و

کرم فرماؤں کی بیجا تعریف نے مجھے اس غلط فہمی میں مبتلا کر دیا کہ میں اچھے اشعار کہہ سکتا ہوں لیکن اس غلط فہمی کے باوجود میں کبھی اپنی بے تکی غزلیں و نظمیں کسی معیاری رسالہ میں اشاعت کی غرض سے بھیجنے کی ہمت نہ کر سکا۔ میری پہلی نظم جو کسی رسالہ میں شائع ہوئی وہ ''اجنبی شہر'' تھی۔ جب وہ نظم میں نے پہلی بار ارریا کے ایک مقامی مشاعرے میں پڑھی تھی، جس کی صدارت اس وقت ارریا کے سول ایس۔ڈی۔او (جن کا نام مجھے ابھی یاد نہیں) کر رہے تھے۔ سامعین نے میری کافی ہمت افزائی کی۔ ایس۔ڈی۔او صاحب کو بھی وہ نظم پسند آئی اور انھوں نے مجھ سے وہ نظم لے کر ماہنامہ ''پاسبان'' کو بغرض اشاعت بھیج دی اور اتفاق سے شائع بھی ہوگئی۔ اس کے بعد تو مقامی شاعروں کے درمیان مجھے استاد سخن سمجھا جانے لگا۔''

(اجنبی شہر: ص ۱۱)

زبیر الحسن غافلؔ کا شمار اردو کے کلاسک شعرا میں کیا جا سکتا ہے۔ ان کے ذہن میں بھی کلاسیکی شعرا کی طرح جنون اور دیوانگی کی کیفیت نظر آتی ہے۔ دل کے درد و کرب، رنج و غم اور دکھ و الم کا اظہار ان کی ظریفانہ شاعری میں جا بجا نظر آتا ہے۔ جہاں قارئین کو نشاط کی کیفیت ملتی ہے وہیں درد و کرب بھی ملتا ہے۔ یہی ایک شاعر کا اصل جوہر ہے۔ انھوں نے سماج میں اپنی کھلی آنکھوں سے جو دیکھا ہے، محسوس کیا ہے اور برتا ہے، اس کو انھوں نے اپنی شاعری میں بڑے ہی فنی لطافت کے ساتھ طنز و مزاح کو چاشنی میں گھول کر ہمارے قارئین کے سامنے پیش کر دیا ہے۔ زبیر الحسن غافلؔ حساس دل کے مالک ہیں۔ وہ سماجی مسائل کو طنز و مزاح کی چاشنی میں برتنے کا ہنر خوب جانتے ہیں۔ غافلؔ کی شاعری پر اپنے پُر مغز اور معنی خیز خیالات و تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے حقانی القاسمی نے فرمایا ہے:

''زبیر الحسن غافلؔ کی شاعری میں 'نشاطِ کرب' کی بھی بہت مثالیں ملتی ہیں۔ دراصل یہی نشاطِ غم ہے جو زندگی کا اصل فلسفہ ہے اور اسی فلسفہ سے انسانی زندگی میں امید اور رجا کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ تمام تر خطرات کے باوجود امید و رجا کا

شاعر زندگی کو نہایت آزادروی کے ساتھ گزار دیتا ہے۔ دیکھا جائے تو کلاسیکی شاعروں کی طرح غافلؔ میں بھی ایک جنون اور دیوانگی کی کیفیت ہے اور اسی مقدس دیوانگی میں ان کی زندگی کے زاویے اور حیات وکائنات کے نظریے کو اثباتی رنگ عطا کیا ہے۔ حیات وکائنات کے تضادات میں انھوں نے جو اُفق تلاش کیا ہے، وہ توافق ان کے اندرون اور ذہنی وفکری صحت مندی کا اشاریہ ہے۔''

(اجنبی شہر: ص ۳۱)

زبیرالحسن غافلؔ طنزیہ اور مزاحیہ شاعری کے ساتھ ساتھ سنجیدہ شاعری بھی بڑی ہنرمندی اور کامیابی کے ساتھ کرتے ہیں۔ ان کے مجموعہ کلام ''اجنبی شہر میں ''چارہ گر''، ''رشوت''، ''بہار کی موجودہ حالت''، ترک شاعری''، ''اینٹی شوہر کانفرنس''، ''ایک لیڈر سے انٹرویو''، ''مسئلہ''، ''یوم اردو''، ''صاحبِ دیوان''، ''نیا الیکشن''، منصف صاحب''، ''روزگار''، ''نسخۂ لیڈری، ''شاعر''، ''لیڈر''، ''پروفیسر''، ''جشنِ جمہور'' اور ''ہولی'' وغیرہ طنز ومزاح کی عمدہ مثالیں ہیں۔ غافلؔ حساس دل کے مالک ہیں۔ سماج ومعاشرے میں پھیلی بے حیائی وعریانیت، ظلم وجبر، انارکی، خود غرضی، بے مروتی، قتل وغارت گری، بیوفائی اور تہذیبی قدروں کی زبوں حالی کو دیکھنے اور محسوس کرنے کے بعد شاعر مجبور ہوا کہ اپنے مشاہدات ومحسوسات اور باطنی کرب کو قلم بند کرے۔ وہ سماجی اور عوامی مسائل کو طنز ومزاح کی چاشنی میں برتنے کا ہنر بخوبی جانتے ہیں۔ وہ اپنی مہذب ظریفانہ اور مزاحیہ شاعری کے ذریعہ قارئین اور سامعین کو صرف ہنسنے اور ہنسانے کا ہی کام نہیں کرتے ہیں بلکہ وہ قارئین اور سامعین کو بہت کچھ سوچنے، سمجھنے اور محسوس کرنے کے لیے مجبور کرتے ہیں اور وہ لوگوں کی آنکھوں سے پردہ اُٹھاتے ہیں تاکہ قارئین اور سامعین اپنے اردگرد کے ماحول کو دیکھ سکیں۔ شاعر نے نظم ''چارہ گر'' میں بہار صوبہ کے چارہ گھوٹالے کی حقیقی اور سچی تصویر کو بڑی بے باکی سے ہمارے سامنے پیش کیا ہے۔ نظم ''چارہ گر'' کے یہ اشعار ملاحظہ کریں:

یہ مویشی کے مسیحا یہ طبیب جانور
کھا گئے چارہ انھیں کا جن کے تھے یہ چارہ گر
زور سے اپنے قلم کے پہلے پھیلائی وبا

پھر چکستا کے لیے مانگی حکومت سے دوا
جو دوائیں دی گئی تھیں جانور کے واسطے
ان کو بھی بازار میں یہ بیچ کر سب کھا گئے
پھر وبا میں مر گئے سارے کے سارے جانور
جن کو بانٹا تھا انھوں نے پہلے فرضی نام پر
ان غریبوں کو نیا اک جانور پھر سے ملے
اس لیے موٹی رقم بھیجی انھیں سرکار نے
پھر وہی ترکیب پہلے کی سی دہرائی گئی
یعنی فرضی نام پر ساری رقم کھائی گئی
پھر سروں پہ رکھے ان کے چند نیتاؤں نے ہاتھ
یوں طویلے میں بندھے خچر بھی اب گھوڑوں کے ساتھ
رات بھر میں سارا چارا ان کی سازش چر گئی
جو طویلے کی بلا تھی بندروں کے سر گئی
پھر تو کچھ ہی سال میں وارے نیارے ہو گئے
گائیں بھینسیں اور گھوڑے سب بیچارے ہو گئے

زبیرالحسن غافلؔ کی شاعری اپنے عہد اور علاقے کی ترجمانی کرتی ہے۔ وہ بڑی سے بڑی بات کو طنز و مزاح کے پیکر میں بڑی خوش اسلوبی اور فنی لطافت کے ساتھ قارئین کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ بہار صوبہ کی موجودہ صورتِ حال کو انھوں نے اپنی نظم ''بہار کی موجودہ حالت'' میں بڑی عمدگی کے ساتھ بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں:

ایسی حالت ہو گئی سڑکوں کی اس سرکار میں
بیل گاڑی کا مزہ آنے لگا ہے کار میں
کیوں اسے لے جا رہے ہو تم ابھی سے ہسپتال
جان بچنے کی ابھی امید ہے بیمار میں

سارے دھندوں میں تو اب گھاٹا ہی گھاٹا ہے یہاں

کچھ منافع ہے تو بس اغوا کے کاروبار میں

زبیرالحسن غافلؔ نے غالبؔ اور فیضؔ کی کی زمین میں پیروڈی بھی لکھی ہے۔فیضؔ کی نظم ’’مجھ سے پہلی سی محبت میرے محبوب نہ مانگ‘‘ پرانھوں نے بڑی عمدہ پیروڈی تخلیق کی ہے۔ یہ پیروڈی بھی ان کی عمدہ شعری تخلیق کا حصہ ہے۔انھوں نے اپنے دلی جذبات واحساسات کوطنز و مزاح کے پیکر میں ڈھال کرفیضؔ کے مصرعہ’’مجھ سے پہلی سی محبت میرے محبوب نہ مانگ‘‘ میں بڑی کامیابی اور چابکدستی کے ساتھ قارئین کے سامنے پیش کیا ہے۔اس پیروڈی کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیں:

اے مری جانِ تمنا اے مری جانِ بہار

جب سے میکہ تیرا میرے لیے سسرال ہوا

کیا عجب بات ہوئی کیسی یہ کایا پلٹی

جیب پھولی تیرے ابا کی میں کنگال ہوا

فکر راشن کا لگا رہتا ہے تنہائی میں

کس طرح پیار کی باتیں کروں مہنگائی میں

مجھ سے پہلی سی محبّت مرے محبوب نہ مانگ

زبیرالحسن غافلؔ کی شعری کائنات میں دل کے درد وکرب ،رنج وغم، اور دکھ ووالم کی تصویر بھی نظر آتی ہے۔انھوں نے اپنی والدہ کے وفات پر،اپنے مرحوم بیٹے اشعرحسن (آشی) کی نذر اور اپنے بھتیجے’رومی‘ کی یاد میں شخصی مرثیے تخلیق کیے ہیں۔ان مراثی میں انھوں نے دل کو درد و کرب اور رنج وغم کو بڑی المناکی اور غمناکی کے ساتھ بیان کیا ہے۔’’اپنے مرحوم بیٹے اشعرحسن (آشی) کی نذر‘‘میں اپنے رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

کیوں ہوئے اتنے بدگماں آشی؟

چھپ گئے مجھ سے تم کہاں آشی؟

جس کی لالچ میں چھوڑی یہ دنیا

کتنا پیارا ہے وہ جہاں آشی؟
کس کے سینے سے لگ کے سوتے ہو؟
کون دیتا ہے تھپکیاں آشی؟
تیرے جانے سے ہو گیا کتنا
سونا سونا تیرا مکان آشی
میری یادوں میں اب بھی تازہ ہے
تیری سانسوں کی گرمیاں آشی

زبیرالحسن غافل نے ہندوستانی تہوار اور ہندوستانی تہذیب وتمدن کو بھی اپنی شاعری کا موضوع بنایا ہے۔ انھوں نے ہولی کے رنگ و پھہار اور ہنسی، مذاق و مستی کو بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ ہمارے سامنے پیش کیا ہے۔ وہ اپنی نظم ''ہولی'' میں اپنے دلی جذبات و احساسات اور خیالات کا اظہار کا بڑے پُر کیف انداز میں بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

ہے شرم کی لالہ کہ شفق پھوٹ رہی ہے
یا رنگ کی پچکاری کوئی چھوٹ رہی ہے
دانتوں کی قطاریں ہیں کہ موتی کی لڑی ہے
یا کھیر سے چاول کے کوئی پیالی بھری ہے
زلفوں میں چھپی آج جواں رات ہے پیارے
یہ تیرا بدن ہولی کی سوغات ہے پیارے

ان کا شعری مجموعہ ''اجنبی شہر'' میں فسادات کے حوالے سے بھی کافی نظمیں ملتی ہیں۔ جس میں انھوں نے اپنے دل کے درد وکرب اور رنج وغم کا اظہار بڑے دردانگیز اور فکرانگیز طریقے سے قارئین اور سامعین کے سامنے بیان کیا ہے۔ ان کی تمام سنجیدہ نظمیہ شاعری قارئین اور سامعین کو غور وفکر کی دعوت دیتی ہیں۔ گجرات کے فسادات کا المناک منظر انھوں نے اپنی نظم میں بڑے ہی فنی لطافت اور خوش اسلوبی کے ساتھ پیش کیا ہے۔ ایک چھوٹے سے بچے کی ماں کے موت کے بعد اس سے لپٹ کر کھیلنے اور بچہ کا مری ہوئی ماں کی چھاتی کو چوسنے کی دردانگیز تصویر کو شاعر نے اپنی

نظم ''گجرات کے حالیہ فساد سے متاثر ہوکر'' میں بڑی کامیابی اور ہنرمندی کے ساتھ بیان کیا ہے۔

اس نظم کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

جل رہے تھے لیکن کھیلتا رہا بچہ
مردہ ماں کے سینے سے لگ کے سو گیا بچہ
رکھ دیا ہے یہ منظر کس نے میری آنکھوں میں
خون سے بھری چھاتی چوستا ہوا بچہ
آگ اور دھماکوں کے کھیل سے بہلتا ہے
آج کے زمانے کا آدمی ہوا بچہ
کھیلتا ہی رہتا ہے توڑتا ہی رہتا ہے
آدمی کھلونا ہے اور ہے خدا بچہ

زبیرالحسن غافل نے قطعات بھی کہے ہیں۔ان کے قطعات بھی طنز و مزاح کی چاشنی میں ڈوبے ہوئے نظر آتے ہیں۔ جو پڑھنے اور سننے والوں کو ذہنی سکون عطا کرتے ہیں۔ وہ اپنے قطعات کے ذریعہ بھی سماج میں پھیلی ہوئی برائیوں اور بے رحم سچائیوں پر سے نقاب اُٹھانے کی پُر زور کوشش کرتے ہیں۔جس میں وہ کامیاب بھی نظر آتے ہیں۔ چند قطعات خاطر نشیں ہوں:

شیخ جی جب سے میونسپلٹی کے ممبر ہوگئیز
دیکھتے ہی دیکھتے ان کا مقدر پھر گیا
ایک بھی ننگا کہیں رہنے نہ پائے اس لیے
شہر میں جھاڑو پھرا داڑھی میں ریزر پھر گیا

زبیرالحسن غافلؔ نے ماہیہ بھی تخلیق کیے ہیں۔ جو ان کی ذہنی فکر و نظر کو پیش کرتا ہے۔انھوں نے اپنی زندگی کے تجربات اور مشاہدات کے ذریعہ ماہیہ کی دنیا آباد کی ہے۔ان کے تمام ماہیے لوگوں کو غور و فکر کی دعوت دیتی ہیں۔ان کا یہ شعر ملاحظہ فرمائیں:

یہ کھیل ہے سانسوں کا
جیون اک سپنا

یا جاگتی آنکھوں کا

زبیرالحسن غافلؔ نے اپنی تمام غزلیہ شاعری کے ذریعہ عوام کو صرف قہقہہ لگانے تک ہی محدود نہیں کیا ہے بلکہ اپنی تمام غزلیہ شاعری کے ذریعہ لوگوں کو غور وفکر کرنے کے لیے بھی مجبور کیا ہے۔ انھوں نے زندگی میں ہو رہی نت نئی تبدیلی کی آہٹ کو محسوس کیا ہے اور انھوں نے اپنی فکریات وخیالات اور تجربات و مشاہدات کو شعری پیکر میں ڈھال کر قارئین اور سامعین کے سامنے پیش کیا ہے۔جس میں زندگی ہے،توانائی، وسعت اور بلندی ہے، جو ہمیں بیدار کرتی ہے۔

اس طرح یہ کہا جا سکتا ہے کہ زبیرالحسن غافلؔ کی شاعری کا مطالعہ ومحاسبہ اس حقیقت کا انکشاف کرتا ہے کہ ان کی شاعری میں درد وکرب، رنج والم اور دل کی المنا کی کا اظہار بے با کی سے کیا ہے۔ وہ چاہے اپنوں کے بچھڑنے کا غم ہو یا دنیا کی بے ڈھنگی چال کا مرثیہ۔فسادات کے تذکرے ہوں یا انسانی دکھ درد کا المیہ۔انہوں نے اپنے شعری آئینہ خانے میں زندگی کے نت نئے تجربات اور مشاہدات اور زندگی کی رنگا رنگی کو شعری پیکر میں ڈھال کر بڑی خوش اسلوبی اور ہنرمندی کے ساتھ قارئین اور سامعین کے سامنے پیش کیا ہے۔انہوں نے شعری لطافت اور حسن سخن کا لحاظ ضرور رکھا ہے۔ان کی شاعری میں حقیقت نگاری کے ساتھ غور وفکر کی دعوت بھی ملتی ہے ۔ تجربات اور مشاہدات کے اشارے بھی ملتے ہیں ۔خوبصورت شاعری کی جھلکیاں بھی جا بہ جا دیکھنے کو ملتی ہیں۔ مضامین کی تازہ کاری کا احساس بھی ہوتا ہے۔سوز وگداز اور سادگی و پُرکاری کے نقوش بھی عکس ریز ہیں۔

☆☆☆